بسم اللہ الرحمن الرحیم

تحریر: شیخ علی طنطاوی، مصر
مترجم: عبدالمالک سلفی

تہذیب جدید کے فتنے
(قسط نمبر 2)

ارحموا الشباب نئی نسل پر رحم کی فریاد!

اسلامی ممالک کی صورت حال عام طور پر یہ ہے کہ مغرب کی تقلید میں انہوں نے بھی تعلیم کے لیے مخلوط کالج اور یونیورسٹیاں اور تعلیمی ادارے بنا لیے جن میں نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اکٹھے پڑھتے اور رہتے سہتے ہیں۔ پارکوں میں وہ جس طرح ایک دوسرے کے ساتھ بیہودہ اور فحش حرکات کرتے ہیں، وہ یقیناً ایک مسلم معاشرے کے لیے باعث شرم اور نہایت قابل مذمت ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ بسا اوقات نوجوان لڑکیاں اتنا باریک لباس پہنتی ہیں کہ ان کا سارا جسم اندر سے دکھائی دیتا ہے۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ اس نے ابھی ریاضی کے مشکل ترین مسائل حل کرنے ہیں، کیمیا گری کے فنون سیکھنے اور کتابوں کی شروحات کا مطالعہ کرنا ہے۔ اے عقل کے اندھے اس بات کو اپنے ذہن میں سوچ کہ اس نوجوانی کی عمر میں تیری نوجوان بیٹی کیا چاہتی ہے۔ ہم نے اس اختلاط باہمی کو سفر و حضر، سکول و کالج، نہروں کے کناروں، پارکوں کے سبزہ زار او ر پہاڑوں کی چوٹیوں تک پہنچا دیا اور ہم نے اس چیز کو تہذیب و تمدن، ثقافت اور کلچر کا خوشنما نام دے دیا۔ چنانچہ اس طرح دوسری رکاوٹ بھی ختم ہو گئی۔

تیسرے رکاوٹ بدنامی اور رسوائی کا ڈر تھا: لیکن ہماری حالت رفتہ رفتہ تبدیل ہوتی گئی۔ بالآخر نوجوان طبقہ اس حد تک پہنچ گیا کہ انہوں نے گناہوں پر شرمسار ہونے کی بجائے ایسی عادتوں پر فخر وغرور کرنا شروع کر دیا اور نیک باز لڑکے لڑکیاں ان میں نکو بن گئے۔ حالانکہ ایک وہ وقت تھا کہ لوگ گناہ کر کے شرمسار ہوتے اور لوگوں سے اپنے گناہ کو چھپانے کی کوشش کرتے اور اگر ان سے اس بارے میں سوال کیا جاتا تو وہ انکار کر دیتے جبکہ آج صورت حال یہ ہے کہ ایسے فحش واقعات کو اخبارات، ڈائجسٹ اور ناولوں کی زینت بنایا جاتا ہے اور عام طور پر ایسے لچر اور بیہودہ لٹریچر کو لوگ بڑے شوق سے خریدتے اور پڑھتے ہیں کیونکہ اس میں جنسی جذبات کو بھڑکانے والا مواد ہوتا ہے۔

ایسا فحش لٹریچر جس قدر آج مارکیٹ میں دستیاب ہے، اتنا پہلے کبھی نہیں تھا۔ رہی سہی کسر ہمارے معاشرے کے رائٹروں، صحافیوں اور کالم نگاروں نے نکال دی۔ وہ اداکاروں اور اداکاراؤں کی تعریف وتوصیف میں زمین وآسمان کے قلابے ملا دیتے ہیں اور انہیں قومی ہیرو قرار دینے کی کوشش میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں ہونے دیتے ہیں۔ میں نے کچھ عرصہ قبل ایک ایسے ادیب کے ایک کالم کا مطالعہ کیا، جو مجھ سے علم وفضل سے بہت آگے ہے۔ انہوں نے اپنے کالم میں ایک بدکار اداکار جو کہ مرچکا ہے، کی بڑی تعریف وتوصیف کی ہے۔ ایک دوسرے ادیب نے ایک اور اداکار (آسکر ولڈ) کی بڑی لمبی چوڑی تعریف کی ہے۔ اب ظاہر بات ہے کہ جو

آدمی ایسے فلمی اداکاروں کے اخلاق و کردار کا مطالعہ کرے گا، تو اس کے ذہن پر بھی ویسے ہی بُرے اثرات مرتب ہوں گے۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ فلمیں دیکھنے کی وجہ سے چھوٹے بچوں میں بھی وہی حرکتیں آ گئی ہیں، جو وہ فلموں میں نظارہ کرتے ہیں اور ہم نے اس بات کو بالکل فراموش کر دیا ہے کہ گناہ کی تشہیر کرنا اسلام کی نظر میں دوسرا بڑا جرم ہے، حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گناہ کے مرتکب ہونے والے کو اپنے گناہ پر پردہ ڈالنے اور اللہ سے توبہ و استغفار کا حکم دیا ہے۔ لیکن دیکھئے، آج فلموں میں بے حیائی اور فحاشی کا کردار ادا کرنے والے کس قدر ڈھٹائی اور بے شرمی کے ساتھ اپنے گناہ لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر باعث شرم بات یہ ہے کہ فلموں میں کام کرنے والی عورتیں اپنی بدکاری اور زناکاری کو اپنے باعث فخر سمجھتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ہم نے بڑی عزت حاصل کی ہے۔ گویا وہ بے غیرتی کو اپنے لیے عزت قرار دیتی ہیں۔ میں نے شام کی دو ادیب لڑکیوں کا قصہ پڑھا، ان میں سے ایک نے اپنے کالم میں اپنے عاشق کا تذکرہ کیا ہے، جس کے ساتھ اس نے عقد شرعی کے بغیر خفیہ تعلقات قائم کر رکھے تھے، ان کا نام 'جارج` اور اس کی معشوقہ جو اس سے بھی بے شرم اور بے حیا تھی، اس کا نام 'فردوموسہ` تھا۔ بہر حال ہمارے اس طرز عمل سے تیسری رکاوٹ بھی ختم ہو گئی۔

چوتھی رکاوٹ بیماری کا ڈر اور خوف تھا: ڈاکٹر حضرات آئے اور انہوں نے برملا کہا کہ زنا کاری و بدکاری کی وجہ سے بیمار ہونے والو! ہمارے پاس آؤ، ہم تمہارا علاج کریں گے، ان بیماریوں سے گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہمارے پاس پنسلین، ٹیرامائسین اور ایلی سین جیسے ٹیکے موجود ہیں، جنہیں لگاتے ہی مریض ٹھیک ہو جاتا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی ایسی ادویات ہمارے پاس موجود ہیں جو ان امراض کے لیے نہایت ہی مفید ہیں۔ جب بھی تمہیں زناکاری اور بدکاری کی وجہ سے کوئی بیماری لگے تو تم ہماری خدمات حاصل کریو، ہم تمہارا علاج کر کے تمہیں ٹھیک کر دیں گے اور اگر کوئی عورت زنا کی وجہ سے حاملہ بھی ہو گئی ہو تو کوئی بات نہیں، ہم بغیر تکلیف کے اس کا حمل ضائع کر دیں گے اور کسی کو کانوں کان بھی خبر نہیں ہو گی۔ چنانچہ میڈیکل کی اس ترقی سے بیماری کا ڈر اور رسوائی کا خوف بھی دور ہو گیا۔

پانچویں رکاوٹ تھا حکومت کا ڈر اور تعزیرات کا خوف: واقعہ یہ ہے کہ جب حکومت امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا شرعی فریضہ ادا کرے اور شریعت محمدی کے مطابق فیصلے کرے اور شرعی تعزیرات و حدود کو نافذ کرے تو یقیناً جرائم نہ ہونے کے برابر ہوں گے، لیکن اگر اسلامی قانون اور شرعی تعزیرات کو چھوڑ کر مغربی قوانین کا سہارا لیا جائے جیسا کہ آج کل اکثر اسلامی ممالک میں ہو رہا ہے تو جرائم پر قابو پانا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مغربی قوانین کی حالت یہ ہے کہ اگر ایک سطر کا قانون ہے تو بعد میں اس میں دو صفحے کی ترمیم ہو گی۔ مغربی قانون میں اگر زنا عورت کی رضامندی سے کیا جائے تو نہ کوئی مقدمہ ہو گا اور نہ کوئی سزا ہو گی اور یہ مغربی قانون کی نحوست ہے کہ مغرب میں بیٹا، ماں سے اور باپ بیٹی

سے زنا کر رہا ہے جو اتنا گھناؤنا جرم ہے کہ کوئی دین دار اور بااخلاق آدمی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ آپ حیران ہوں گے کہ مغرب میں زناکاری اور بدکاری کی سزا ایک ہزار روپیہ چوری کرنے سے بھی کم ہے۔ ہم خاموش تماشائی بنے یہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں اور ہمارے علماء، مفتی اور حکمرانوں نے حالات سے صلح کر کے اس ساری صورت حال کو قبول کر لیا ہے۔ چنانچہ پانچویں رکاوٹ بھی ختم ہو گئی۔

چھٹی رکاوٹ تھی، اللہ کا ڈر اور جہنم کا خوف: ہم نے اپنے اولاد کو شروع سے ہی دینی تعلیم اور اسلامی تربیت سے دور رکھا اور اس کے دل سے خوف خدا اور جہنم کا ڈر فراموش کر دیا۔ آج صورت حال یہ ہے کہ نئی نسل کے نوجوان بیٹے کو مسجد کے رستے کا ہی پتہ نہیں ہے۔ ہاں اگر کبھی کبھار اس کا باپ اسے ڈانٹ ڈپٹ کر اپنے ساتھ مسجد میں لے جائے تو ممکن ہے وہ نماز پڑھ لے، ورنہ اسے نہ مسجد کا پتہ ہے اور نہ وہ نماز کو جانتا ہے۔ اس طرح یہ مضبوط ترین رکاوٹ بھی پاش پاش ہو گئی۔ پھر ہم نے انہیں یہ درس دیا کہ تم مادر پدر آزاد ہو۔ جہاں چاہو گھومو، پھر وا اور انہوں نے یہی کیا۔

آج دیکھئے کہ جو عورت 06 یا 07 سال اپنے بھائی، باپ اور چچا کے ساتھ پردے کی حالت میں بھی باہر نکلنے سے حیا محسوس کرتی تھی، آج وہ باریک کپڑے زیب تن کر کے اور میک اپ کر کے بڑے فخر کے ساتھ سر عام بازاروں اور پارکوں میں تمام لوگوں کو دعوت گناہ دیتی پھرتی ہے۔ میں وہی کچھ لکھ رہا ہوں جو اپنے معاشرے میں دیکھتا ہوں۔ دنیا میں جتنے بھی ادیان ہیں، قطع نظر اس کے کہ وہ صحیح ہوں یا باطل ہوں، ان تمام ادیان میں ایک بات مشترک پائی جاتی ہے وہ یہ کہ کوئی عورت بن سنور کر اپنا حسن و جمال اور جوانی کا جادو لوگوں پر نہ چلائے۔ ایک دفعہ بیت المقدس کے دروازے پر یہ اعلان لکھا ہوا پایا گیا کہ کوئی عورت زیب و زینت اختیار کر کے ننگے منہ اور باریک کپڑے پہن کر گرجا میں نہ آئے بلکہ عورتیں لمبے اور موٹے کپڑے پہن کر سادگی کی حالت میں گرجا میں آیا کریں۔ جب عورت نے اوپر اور نیچے سے کپڑا چھوٹا کرنا شروع کر دیا یعنی آدھے بازؤں والی قمیص پہننے لگی اور پنڈلیوں سے اوپر تک شلوار پہننے لگی تو آہستہ آہستہ اس نے اپنے سارے کپڑے اتارنے شروع کر دیئے حتی کہ سمندر کے کنارے پر پہنچ کر اس نے اپنے سارے کپڑے اتار پھینکے اور شرم وحیا کو خیر باد کہہ دیا۔

کیا یہ اس اکیلی نوجوان لڑکی کا قصور ہے اور کیا یہ صرف نوجوان لڑکے کا ہی گناہ ہے۔ ایک طرف اس کے اندر طبع شہوت کا طوفان، پھر شادی پر قدغنیں اور دوسری طرف بُرائی کی فطری کشش، پھر برہنہ لڑکیوں کے غول کے غول جو سر بازار دعوت گناہ دے رہی ہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے آخر کب تک وہ اپنے آپ کو ایسے ماحول میں بچا کر صبر سے کام لیتا رہے گا؟ ایسے ماحول میں وہ نوجوان اپنے سبق اور کتاب پر کیسے توجہ دے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ بڑا مشکل اور کٹھن مرحلہ ہے اس کی اصلاح اور علاج کے لئے تو سارے معاشرے، حکومت، تمام قوموں، اہل علم، اصحاب قلم اور خواتین کے حقوق کی عالمی تنظیموں کو مل جل کر کام کرنا چاہئے۔

ہمیں نہایت افسوس کے ساتھ کہناپڑتا ہے کہ عالمی این جی اوز فضول بکواسات اور بیہودہ لغویات میں مصروف ہیں اور فحاشی و بے حیائی کو فروغ دینے میں پیش پیش ہیں- وہ یہ نہیں سوچتیں کہ خطرہ حوا کی بیٹی کے لیے ہے او رقربانی کا بکرا بھی حوا کی بیٹی کو ہی بننا ہے، حالانکہ عالمی این جی اوز کی اصل ذمہ داری یہ تھی کہ وہ مظلوم عورتوں کے حق میں آواز اٹھاتیں لیکن کیا آج تک انہوں نے عورت کی عزت کی حفاظت کے لئے کوئی مہم جوئی کی ہے- حوا کی بیٹی بلکہ انسانیت کی سب سے بڑی تذلیل یہ ہے کہ جب کوئی عورت چند ٹکوں کے لئے اپنے جسم غیر مرد کے حوالے کردیتی ہے-نسوانی حقوق کی یہ نام نہاد تنظیمیں عورت کی اس تذلیل کے خلاف میدان عمل میں کیوں نہیں آتیں-اس لئے کہ اس بے حیائی اور بے غیرتی کو مغرب نے یہ کہہ کر سند جواز عطا کردی ہے کہ یہ عورت کا حق ہے کہ اپنے جسم کو جیسے چاہے استعمال کرے-اہل مغرب نے بھی یہ جواز اس لئے تراشا ہے کہ اسی طرح ہوس پرست مردوں کی تسکین کو قانونی تحفظ مل سکتا ہے اور مرد کے لیے عیاشی کرنے کی راہ کشادہ ہوسکتی ہے-مجھے حیرانگی ہوتی ہے جب عورتیں اپنے اس استحصال کے خلاف یک آواز نہیں ہوتیں!!

خط لکھنے والے کی بیٹی تو خاندان کی عزت کو پامال کرگئی لیکن میں اپنی بات کو آپ کے سامنے اس لیے پیش کررہاہوں کیونکہ بے حیائی کا یہ سیلاب میرے اور آپ کے گھر کی طرف بھی بڑی تیزی سے بڑھ رہاہے اور یہ خطرہ ہے کہ وہ میری اور آپ کی بیٹی کو اپنی لپیٹ میں لے کر غرق کردے گا-

یہ ایسی آگ ہے جو ہر گھر میں جل رہی ہے یا جلنے والی ہے اور ایسا سیلاب ہے جو ہر شے کو غرق آب کررہاہے- یہ ایسا طاعون ہے جو ہر طرف پھیل رہاہے اور ہم اس کی پرواہ کئے بغیر بڑے آرام وسکون سے بیٹھے اپنے بے بسی کا تماشا دیکھ رہے ہیں- ہم اس آگ کو بجھانے میں اپنا کردار کیوں ادا نہیں کرتے؟ بلکہ ہم جلتی آگ پر مزید تیل ڈال رہے ہیں اور یہ بھول گئے ہیں کہ یقیناً اس آگ کی تپش اور حرارت ہمارے گھروں کو بھی جلا کر راکھ کردے گی-جب ہم خود جلتی آگ پر تیل ڈال رہے ہیں تو پھر اس کی تباہی سے بچنے کی اُمید کرنا کارعبث ہے-

یہ کیسے ہوسکتا ہے اے دانش مندو! مجھے بتاؤ، تم کس طرح اس آگ سے محفوظ رہوگے ؟؟؟

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ